* مولانا محمد شہاب الدین ندوی
ناظم فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ،
چیئرمین دارالشریعہ، بنگلور (انڈیا)

عالم نباتات میں ربوبیت کے جلوے اور بعض ناحل حیاتیاتی معمّے

اللہ تعالیٰ سارے جہاں کارب (کارساز) ہے اور اس کی ربوبیت اس عالم رنگ وبو اور اس کے تمام مظاہر کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ ربوبیت سے مراد خالق کائنات کی وہ کارگزاریاں یا کارسازیاں ہیں جو مخلوق پروری کے طور پر عالم مظاہر میں جاری وساری ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس طرح عالم نباتات وحیوانات کا رب ہے اسی طرح وہ عالم جمادات وسماوات کا بھی رب ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں صراحتاً مذکور ہے:

"وھو رب کل شیٔ" وہ ہر چیز کا رب ہے۔ (انعام: ۱۶۴)

"رب السمٰوت والارض وما بینھما ورب المشارق": وہ آسمانوں، زمین اور ان دونوں کے درمیانی (تمام) مظاہر اور مشرقوں (سورج کے مختلف مقامات طلوع) کا بھی رب ہے۔ (صافات: ۵)

غرض اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پوری مادی کائنات پر محیط ہے اور یہاں کی کوئی بھی چیز یا کوئی بھی مظہر فطرت آزاد نہیں، بلکہ وہ مادی قوانین میں جکڑ ہوا ہے۔ چاہے وہ ایک ننھا سا جوہر (ایٹم) ہو یا کرۂ سماوی، کوئی پیڑ پودا ہو یا حیوان مطلق، مادہ سے متعلق ہو یا ازجی سے، حرکت سے تعلق رکھتا ہو یا سکون سے۔

ربوبیت کے چار عناصر:-

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ربوبیت مخلوق پروری کے سلسلے میں رب کی کارگزاریوں کا نام ہے اور اس کے چار عناصر ہیں جو یہ ہیں (۱). تخلیق، یعنی اشیاء کو عدم سے وجود میں لانا (۲). تسویہ، یعنی مادی اشیاء کا نظام جسمانی درست اور موزوں بنانا (۳). تقدیر، یعنی تمام مخلوقات کے لیے طبیعی ضوابط مقرر کرنا (۴). ہدایت، یعنی ہر مخلوق کو اس کے مخصوص طبیعی ضابطہ کے مطابق چلنے کی

توفیق بخشنا۔ چنانچہ ربوبیت کی یہ چاروں خصوصیات حسب ذیل آیات میں بیان کی گئی ہیں۔
" سبح اسم ربک الاعلی۔ الذی خلق فسوی۔ والذی قدر فھدی " اپنے رب برتر کے گن گاؤ اپنے رب برتر کے جس نے جس نے (اس کائنات کی تمام چیزوں کو) پیدا کیا، پھر (ہر چیز کا جسمانی نظام) درست کیا۔ وہ جس نے (ہر چیز کا ایک مخصوص طبیعی ضابطہ) مقرر کیا۔ پھر (ہر ایک کو اس ضابطہ کے مطابق چلنے کی) توفیق بخشی۔ (اعلیٰ: ۱۔۳) یہ بڑی جامع آیات ہیں جو حد درجہ مجمل ہونے کے باوجود اپنے معنیٰ و مفہوم میں بالکل واضح ہیں۔ یہ چار ربانی کلیات ہیں جو پوری کائنات اور اس کی تمام چیزوں کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اس جہان آب و باد و فاک کے تمام مظاہر خدائی ربوبیت کے نقوش ہیں اور مادی اشیاء کو علی وجہ البصیرت سمجھنے کے لیے ان چار نقطہ ہائے نظر سے مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے جو قرآنی زاویہ نظر ہے۔ اس کے نتیجے میں خلاق عالم کی صنعت وکاریگری کے نقوش ہمارے سامنے آتے ہیں اور اس کی صحیح معرفت حاصل ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی صانع کی عظمت اس کی مصنوعات کی جانچ پڑتال کے بعد ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

مطالعۂ ربوبیت کی اہمیت :-

اللہ تعالیٰ کی عجیب وغریب صنعت وکاریگری کا صحیح حال ہم کو حیوانات ونباتات کی دنیا میں ملتا ہے، جو ایک عامی اور عالم دونوں کے لیے بصیرت کا سامان فراہم کرتا ہے۔ یعنی ایک عالم قدرت خداوندی کی صناعیوں اور گلکاریوں کے مشاہدہ سے جس طرح حیران وششدر ہوجاتا ہے، اسی طرح ایک عامی بھی دنیائے حیات کی رنگارنگیوں سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، خواہ اس کا مطالعہ کتنا ہی سطحی کیوں نہ ہو، حیوانات و نباتات کے اختلافات اتنے گوناں گوں ہیں کہ ان کے ملاحظہ ومشاہدہ سے انسانی عقل بالکل چکرا جاتی ہے اور ایک کرشمہ ساز ہستی کا وجود تسلیم کئے بغیر ان انواع واقسام کی مخلوقات اور ان میں کارفرما حیران کن نظاموں کی توجیہہ عقلی اعتبار سے ممکن نظر نہیں آتی۔ چنانچہ انواع حیات کا منظم مطالعہ آج جس علم کے تحت کیا جاتا ہے اسے حیاتیات یا بیالوجی کہتے ہیں، اور یہ ایک اہم سائنسی علم ہے۔ اس علم کے تحت حیوانات ونباتات کا مطالعہ کرنے سے اللہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کو علی وجہ البصیرت سمجھنا آسان ہوجاتا ہے۔

اس علم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید کی جو اولین آیات نازل ہوئیں وہ مخلوقات الہیٰ اور خاص کر تخلیق انسان کے مطالعہ ومشاہدہ سے متعلق ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے: " اقرا باسم ربک الذی خلق۔ خلق الانسان من علق " : پڑھ اپنے رب کے نام سے

جس نے (تمام چیزوں کو) پیدا کیا۔ اس نے انسان کی تخلیق (جونک نما) کیڑے سے کی۔ (علق: ۱۔۲)

چنانچہ اس پہلی وحی میں رب کا اولین تعارف خالق کی حیثیت سے کراتے ہوئے مخلوقات الٰہی کا مطالعہ کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ یعنی خدا کی ربوبیت کی حقیقت اگر سمجھنا مقصود ہے تو پھر اس کی مخلوقات کا مطالعہ کرنا چاہیئے، کیونکہ ایک صانع کی عظمت وبرتری کا صحیح حال اس کی مصنوعات کے جائزہ کے بغیر ممکن نہیں ہوسکتا۔ نیز مشاہدہ سے جو علم وعرفان حاصل ہوتا ہے۔ اس سے ایمان میں پختگی آتی ہے اور ایک پختہ ایمان والا شخص فکر ونظر کی وادیوں میں بھٹک نہیں سکتا اور الحادولادینیت کے تھپڑے اس کے پائے ثبات کو متزلزل نہیں کرسکتے۔ انہی اغراض ومقاصد کی خاطر قرآن حکیم میں جابجا تخلیقات الٰہی اور ان کے نظاموں کا گہری نظر سے مطالعہ ومشاہدہ کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

نباتاتی مظاہر میں دلائل ربوبیت:-

اس وقت میرا موضوع بحث چونکہ نباتات ہے اس لئے میں قرآنی نقطۂ نظر سے نباتات کے بعض پہلوؤں کو اجاگرکروں گا، جن کے ملاحظہ سے خدائے تعالیٰ کی ربوبیت کے حیرت انگیز نقوش سامنے آتے ہیں اور اس کی بے مثال قدرت، خلاقیت، حکمت تخلیق، مخلوق پروری اور اس کی رحمانیت۔ یعنی مخلوقات پر بے انتہا شفقت ومہربانی کے جلوے نظر آتے ہیں، جو اہل ایمان کیلئے ایمان افروز اور منکرین حق کے لیے سبق آموز ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید کی صراحت کے مطابق اس عالم آب وگل کی ہرچیز میں خدا کے وجود، اس کی وحدانیت اور اسکی خلاقیت وربوبیت کے نشانات ودلائل موجود ہیں، جن سے الحاد ومادیت کارد اور خدا پرستی کا اثبات ہوتا ہے۔

"ان فی اختلاف الیل والنھار وماخلق اللہ فی السمٰوت والارض لایات لقوم یتقون"

رات اور دن کے ہیرپھیر میں اور جو کچھ اللہ نے زمین اور اجرام سماوی میں پیدا کررکھا گیا ہے، ان (تمام مظاہر) میں ڈرنے والوں کے لئے (وجودخداوندی کی) نشانیاں موجود ہیں (یونس: ۶)

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اس کی مخلوق پروری کا ایک مظہراتم وہ قسم ہاقسم کے نباتات (پیڑپودے) ہیں جن کو اس نے دھرتی کے سینے پر پھیلا رکھا ہے اور ان نباتات کے مختلف مظاہر اور ان کی خصوصیت پر غور وخوض کرنے والوں کیلئے قدرت خداوندی کی نشانیاں، قوانین قدرت کے روپ میں رکھ دی گئی ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

"ھوا الذی انزل من السماء ماء لکم منہ شراب ومنہ شجر فیہ تسیمون۔ ینبت لکم بہ الزرع والزیتون

والنخیل والاعناب ومن کل الثمرات ۔ ان فی ذلک لاٰیۃ لقوم یتفکرون " وہی ہے جس نے بلندی سے تمھارے لئے پانی برسایا ، جس میں سے کچھ تمھارے پینے کے لئے اور کچھ سے درخت اگتے ہیں جن میں تم (اپنے جانوروں کو) چراتے ہو اور اسی پانی سے وہ تمھارے لئے (طرح طرح کی) کھیتیاں ، زیتون ، کھجور ، انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے ۔ غور کرنے والوں کے لئے یقیناً اس باب میں (وجود خداوندی اور اسکی ربوبیت کی) ایک بڑی نشانی موجود ہے ۔ (نحل : ۱۰ ۔ ۱۱) ۔

عجائبات قدرت اور قرآن حکیم کا اعجاز :۔

واقعہ یہ ہے کہ نباتاتی زندگی کے بہت سے طبیعی وحیاتیاتی مظاہر ہیں ، جن کا گہرائی کے ساتھ جائزہ لینے کے لیے سائنسی علوم سے واقفیت ضروری ہے ۔ چنانچہ نباتات کا منظم مطالعہ جس علم کے تحت کیا جاتا ہے اسے علم النبات یا نباتیات (باٹنی) کہاجاتا ہے ۔ جو حیاتیات (بیالوجی) کی ایک شاخ ہے اور اس علم کی روسے نباتاتی اعمال وافعال اور ان کے خصائص سے متعلق بے شمار اسرار وحقائق سامنے آچکے ہیں جو " دلائل ربوبیت " میں شمار کئے جاسکتے ہیں اور انہیں " عجائبات قدرت " کا بھی نام دیا جاسکتا ہے ۔ ان کے ملاحظہ کیلئے نگاہ عبرت بین کی ضرورت ہے ورنہ ایک کور باطن کیلئے یہ سارے اسرار وحقائق بالکل بے معنیٰ یا " اتفاقات " کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہیں ۔

بہرحال قرآن حکیم میں نباتاتی مظاہر اور ان کے اسرار و حقائق کے خدا پرستانہ نقطۂ نظر سے مطالعہ وجائزہ کی غرض سے چند اصول وکلیات ایسے مذکور ہیں جن کی روشنی میں اگر ان مظاہر پر سائنسی نقطۂ نظر سے غور کیا جائے تو ربانی اصول وکلیات کی صداقت واضح ہوجاتی ہے اور یہ اصول وکلیات اتنے جامع ہیں کہ ان کو چودہ سو سال پہلے پیش کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں معلوم ہوتی ، بلکہ یہ اصول وہی پیش کرسکتا ہے جس کا علم تمام اشیائے عالم اور ان کی اندرونی مشنری کا احاطہ کئے ہوئے ہو اور ان کے ایک ایک کل پرزے اور اس کی کارکردگی سے بخوبی واقف ہو ۔ غرض یہ اصول نباتاتی اسرار ومعارف کے سربمہر خزانوں کی چابیوں کی حیثیت رکھتے ہیں جو علوم ومعارف کے بند دروازوں کو کھول دیتے ہیں ۔ ان ابدی صداقتوں کے ملاحظہ سے قرآن عظیم کا ایک نیا اعجاز سامنے آتا ہے کہ وہ شخص اپنی فصاحت وبلاغت ہی کے لحاظ سے معجزہ ہے اور اس کی نظیر پیش کرنے سے پورا انسانی لٹریچر عاجز وبے بس ہے اور پھر اس سلسلے میں ایک دوسری عظیم حقیقت یہ ہے کہ وہ محض ایک جامع ومانع کلام ہی نہیں بلکہ اٹل علمی صداقتوں کا بھی حاصل ہے ۔ یعنی اس کے دعوے ایسے اٹل علمی حقائق پر مبنی ہوتے ہیں جن میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں

ہو سکتی ، خواہ انسانی علوم کتنی ہی ترقی کیوں نہ کرلیں ، بلکہ وہ علوم وفنون کے مغز اور لب لباب کو جو صدیوں کے غور وفکر اور تجربات کا نتیجہ ہوتا ہے ، قبل ازوقت علمی صداقتوں کے روپ میں پیش کرتا ہے اور وہ بھی اس انداز میں کہ ان کے ذریعہ مادہ پرستوں کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھنا مقصود ہو ۔ گویا کہ یہ حقائق فکرونظر کے بنددریچوں پر دستک دینے والے ہیں ۔ بہر حال اس موقع پر علم النباتات کی روشنی میں بعض قرآنی حقائق یا اس کی ابدی صداقتوں کا ایک مختصر جائزہ لینا مقصود ہے جن سے خدائے تعالیٰ کی خلاقیت اور اس کی قدرت وربوبیت ثابت ہوتی ہے اور مادیت کا رد وابطال ہوتا ہے ۔

مردہ عناصر سے زندگی کون برآمد کرتا ہے ؟:-

تو اس سلسلے میں سب سے پہلی حقیقت یہ ہے کہ طویل سائنسی تحقیقات وتجربات کی روشنی میں یہ حقیقت پوری طرح ثابت ہوچکی ہے کہ زندگی کا ظہور مردہ عناصر یا غیر جاندار سے نہیں ہوسکتا ، بلکہ " زندگی " صرف زندہ اشیاء میں سے وجود میں آسکتی ہے ۔ چنانچہ اس باب میں مشہور فرنچ سائنس دان پاسچر کے تجربات دنیائے سائنس میں ایک اٹل صداقت کے طور پر مسلم ہیں ۔ واضح رہے زندگی کی اکائی ایک خلیہ (سیل) ہے ، جسمیں ایک لیسدار اور متحرک مادہ بھرا رہتا ہے ۔ اسے اصطلاح میں پروٹوپلازم کہاجاتا ہے ۔ اور یہ مادہ حیوانات ونباتات دونوں میں مشترکہ طور پر پایا جاتا ہے ۔ یعنی حیوانات ونباتات دونوں کے اجسام ننھے ننھے خانوں کا مجموعہ ہوتے ہیں ، جن کو خلیات (CELLS) کہا جاتا ہے ۔ اور یہ پروٹوپلازم سے بھرپور ہوتے ہیں ۔ پروٹوپلازم ذی روح مادہ ہے اور اسمیں زندگی کی تمام " سرگرمیاں " جاری رہتی ہیں اور تماشائے ربوبیت کا ظہور ہوتا ہے۔ مگر پوری دنیائے سائنس حیران ہے کہ مردہ عناصر سے پروٹوپلازم کس طرح وجود میں آگیا ؟ ازخود حیات کا نظریہ رکھنے والے اس معمہ کو حل نہیں کرسکتے اور نہ کرسکتے ہیں ۔ لہذا بعض سائنس دانوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ زندگی کا ظہور ہمارے کرۂ ارض پر نہیں ہوا بلکہ کسی دوسرے سیارے پر ہوا ہوگا ۔ اور وہاں سے وہ بعض شہابوں کے کندھوں پر سوار ہوکر ہماری زمین پر آئی ہوگی ، مگر اس خیال آرائی سے جو اندھیرے میں تیر چلانے کے مترادف ہے ، یہ معمہ اور بھی زیادہ پیچیدہ ہوجاتا ہے کہ خود دوسرے سیارے پر زندگی کا ظہور آخر کس طرح ہوا ہوگا ؟ لہذا سائنسی نقطہ نظر سے یہ ایک ایسا راز سربستہ ہے جسکی عقدہ کشائی سے عقل انسانی عاجز وبے بس نظر آتی ہے ۔ اب لامحالہ ایک خلاق ہستی کا وجود تسلیم کرنا پڑتا ہے جو ایک " رب عظیم " کی حیثیت سے اس عالم آب

وخاک پر حکمرانی کررہی ہے، یہی خدا ہے۔ چنانچہ اس عظیم حقیقت کا انکشاف قرآن عظیم میں اس طرح کیا گیا ہے، جو ذہن انسانی کو جھنجوڑنے اور اسکی گرہوں کو کھولنے والی ہے۔

" ان اللہ فالق الحب والنویٰ ۔یخرج الحی من المیت ومخرج المیت من الحی ۔ ذلکم اللہ فانی توفکون "

اللہ (وہ ہے جو زمین میں بوئے گئے) دانے اور گٹھلی کو پھاڑ دیتا ہے وہ بے جان چیز (عناصر) سے جاندار چیز (پروٹوپلازم)اور جاندار چیز سے بے جان چیز (جیسے پرندوں کے انڈے) برآمد کرتا ہے۔ یہی ہے اللہ تو تم کہاں بہکے جارہے ہو (انعام : ۹۵)

اس اصول کو قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اور مختلف اسالیب میں دہرایا گیا ہے۔

معمہ ہائے حیات :-

ظاہر ہے کہ مردہ عناصر یا چند بے جان ذرات (جیسے آکسیجن ، کاربن ، ہائیڈروجن ، نائٹروجن ، کیلشیم ، فاسفورس ، کلورین ، سلفر ، پوٹاشیم اور سوڈیم وغیرہ جو پروٹوپلازم کے اندر پائے جانے والے عناصر ہیں) ان کے باہمی ملاپ سے زندگی پیدا کرنا ہی ایک معجزۂ ربوبیت ہے۔ مگر اس سے بھی بڑا معجزہ یہ ہے کہ خلاق عالم باربار اس عمل کا اعادہ کرکے عقل انسانی کو مبہوت وششدر کردیتا ہے۔ چنانچہ وہ زندہ اشیاء (حیوانات ونباتات) سے مردہ اشیاء جیسے گٹھلی ،بیج اور انڈے پیدا کرکے پھر ان مردہ چیزوں کے اندر زندگی ڈال دیتا ہے۔ کسی پرندے کے انڈے یا کسی درخت کے ایک ننھے سے بیج کے اندر سے پھر ہوبہو وہی پرندہ یا ہوبہو وہی درخت نکال کر اپنی جادوگری کا مظاہرہ کرتا ہے۔ نیز اسی طرح دودھ پلانے جانور اپنی ہی نوع کے بچوں کو جنم دیتے ہیں اور یہ عمل گویا کہ ایک زندہ چیز سے دوسری زندہ چیز کو وجود میں لانا ہے جو اور بھی زیادہ پراسرار ہے۔ جیسا کہ اس کا حال علم جنین کے مطالعہ سے معلوم ہوسکتا ہے۔

سائنسی نقطہ نظر سے کہا جاتا ہے کہ حیوانات ونباتات کے خلیوں میں جین اور کروموسوم نامی ایسے اجزا پائے جاتے ہیں جو نوعی اور وراثتی خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں۔ انہی کے ذریعہ ایک نسل کی خصوصیات دوسری نسل میں منتقل ہوتی ہیں ، مگر اس نظریہ سے کسی جسم کے خود کارانہ عمل کی توجیہہ نہیں ہوتی کہ کسی جسم کے اعضاء یا کسی درخت کی ڈالیاں ، پتے ، پھول اور پھل سب کے سب اپنی نوعی خصوصیات کو لے کر آپ سے آپ کس طرح نمودار ہوجاتے ہیں ؟ ظاہر ہے کہ اس کی پتیوں کی بناوٹ میں نہ کوئی فرق آتا ہے اور نہ اس کے پھولوں اور پھلوں میں۔ نہ رنگوں میں کوئی تبدیلی ہوتی ہے اور نہ اس کے خواص میں۔ نہ اس کے اجزا وعناصر میں کوئی

اختلاف رونما ہوتا ہے، نہ اس کے ذائقہ میں کوئی خلل واقع ہوتا ہے۔ گویا کہ کوئی اس کے اندر بیٹھا ہوا ہے اور ہر ایک کو یہ حکم دے رہا ہے کہ تم ایسا کرو اور تم ایسا کرو۔ چنانچہ ڈالیوں کو حکم ہے کہ تم اتنی بلندی تک جاؤ اور اس قدر پھیلو۔ پتوں کو حکم ہے کہ تم فلاں فلاں شکل اختیار کرو اور فلاں فلاں خدمات انجام دو۔ نسیجوں کو حکم ہے کہ تم فلاں فلاں سمیت میں اپنی پیش قدمی جاری رکھو اور فلاں فلاں اعضاء بناؤ۔ پھولوں اور پھلوں کو حکم ہے کہ تم اتنے اتنے عناصر لے لو اور اس اس طرح کا رنگ وذائقہ اختیار کرو۔

غرض ہر پیڑ پودا بالکل اسی انداز میں نشوونما پاتا ہے جو اس کے " پیشروؤں " کی خصوصیات کے مطابق ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ ایک طلسم ہوشربا سے کسی بھی طرح کم دکھائی نہیں دیتا۔ چنانچہ اس سلسلے میں خود ایک سائنس دان اپنی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے کہ " یہ کہنا کہ جسم کی ساخت کو جینز کے ذریعہ کنٹرول کیا جاتا ہے اور پھر سائنٹفک نقطۂ نظر سے اس کی تشریح کرنا اس سے بھی زیادہ مشکل ہے بہ نسبت یوں کہنے کہ جسم کو خدا کے ذریعہ کنٹرول کیا جاتا ہے "۔

To say that the body form is controlled by the gemes is hardly illuminating scientifically than to say that it is controlled by God

(The Encyclopedia of Ignorance, P - 252, Oxford, 1978)

واقعہ یہ ہے کہ جین اور کروموسوم کی دنیا انتہائی پیچیدہ ہے، جسے سائنسدان اب تک پوری طرح سمجھ نہیں پائے ہیں۔ چنانچہ جین کی تشکیل جس مادہ سے ہوتی ہے اسے ڈی این اے (DNA) کہا جاتا ہے اور یہ چار قسم کے ہوتے ہیں، مگر ان مادوں کے اجتماع کی صحیح کیفیت اب تک نامعلوم ہے جیسا کہ ایک مشہور مصنف تحریر کرتا ہے :

It was still not known, however, exactly how these four kinds of building units are joined to from D N A. (Human Genetics, P- 209, by Rothwll, 1978).

ایک اور مصنف لکھتا ہے کہ بغیر ڈی این اے کے زندہ اجسام دوبارہ وجود میں نہیں آسکتے اور زندگی شروع نہیں ہوسکتی۔ تو اب سوال یہ ہے کہ ڈی این اے کس طرح بنا اور زندگی کیسے وجود میں آئی ؟ تو اس سوال کے جواب میں سائنس ہمیشہ ہچکچاتی ہے، کیونکہ اصل زندگی کا رشتہ مذہبی عقائد کے ساتھ اس سے کہیں زیادہ مضبوطی کے ساتھ بندھا ہوا ہے جتنا کہ اصل ارض یا اصل

کائنات کا رشتہ۔

لہٰذا اس سلسلے میں اب تک جھجک آمیز اور معذرت خواہانہ انداز اختیار کیا جاتا ہے۔

Without DNA ,living organisms could not reproduce, and life as we know it could not have started all the substances of living matter- enzjmes and all the others, whose production is catalysed by enzjmes, depend in the last analysis on DNA. How then, did DNA ,and life ,start ? This is a question that secience has always hesitated to ask , because the origin of life has been bound up with religious beliefs even more strongly than has the origin of earth and universe. It is still dealt with only hesitantly and apologetically.(Asimo's Guid to Science, Vol. 2, PP. 172-173, 1978).

عمل تخلیق کون دہراتا ہے ؟:-

بہرحال مادہ حیات ، جین اور کروموسوم سے متعلق یہ تمام سرگرمیاں خلیوں (سیل) میں واقع ہوتی ہیں اور ہر خلیہ اپنی جگہ پر ایک مکمل فیکٹری کی حیثیت رکھتا ہے جو صرف خوردبین سے دکھا جاسکتا ہے۔ مگر انسان اب تک اس ننھی سی چیز کی حقیقت سمجھنے اور اس کے اسرار کا احاطہ کرنے سے قاصر نظر آتا ہے۔ زندگی کا آغاز کس طرح ہوا ؟ ایک پراسرار طریقے سے جس کی حقیقت نامعلوم ہے اور یہ عمل نظام فطرت میں مسلسل جاری ہے۔ یعنی حیوانات و نباتات کی دنیا میں یہ عمل برابر دہریا جارہا ہے۔ چنانچہ ہر نوع اپنی ہی نوع کو جنم دیتی ہے۔ مگر کسی نوع کا دوبارہ جنم اتنا ہی حیرت ناک ہے جتنا کہ اس کے ابتدائی جنم کی گتھیوں کو سلجھانا۔ اب پوری دنیائے سائنس دم بخود ہے کہ یہ " خودکارانہ عمل " آخر کس طرح انجام پارہا ہے ؟ مثال کے طور پر ایک پودا جو ایک ننھے سے بیج سے نکلتا ہے وہ بالکل اپنے نوعی نقشے کے مطابق برآمد ہوتا ہے۔ اس کی ڈالیاں ، شاخیں ، غنچے ، پتیاں ، پھول اور پھل سب کچھ اس کی " آبائی " خصوصیت کے مطابق ہوتی ہیں۔ گویا کہ کسی ماہر کاریگر نے اسے چھیل چھیل کر اور تراش تراش کر بنایا ہو۔ حتیٰ کہ اس کے اجزاو عناصر اور طبیعی خواص تک میں ایک سرمو فرق نہیں ہوتا ، تو ان سارے مظاہر کی توجیہ " ازخود حیات " کے نظریہ کے تحت نہیں ہوتی ، بلکہ ایک خالق و مربی کا وجود لامحالہ تسلیم کرنا پڑتا ہے ، جو لاکھوں انواع حیات میں سے ہر ایک کو اولین طور پر وجود ہی میں نہیں لاتا ، بلکہ ہر نوع کو اس کی نوعی

خصوصیت کے ساتھ باربار پیدا کرکے اپنی ربوبیت وخلاقیت کا زبردست مظاہرہ بھی کرتا ہے اور ربوبیت کے اس زبردست مظاہرہ سے پوری دنیائے سائنس حیرت زدہ ہے، جو اس فعل ربانی کی صحیح حقیقت وکیفیت تک سمجھنے سے قاصر ہے۔ اسی بناپر قرآن عظیم میں " اعادۂ حیات " اور " اعادہ انواع " کو قدرت خداوندی کا ایک خصوصی فعل قرار دیا گیا ہے، جو دنیائے سائنس کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ " اولم یرواکیف یبدی اللہ الخلق ثم یعیدہ۔ ان ذلک علی اللہ یسیر ": کیا انہوں نے مشاہدہ نہیں کیاکہ اللہ کسطرح تخلیق کی ابتداء کرتا ہے اورپھراس فعل کو دہراتا ہے ؟ یہ بات اللہ کے لیے بہت ہی آسان ہے۔ (عنکبوت: ١٩) " امن یبدوا الخلق ثم یعیدہ ومن یرزقکم من السماء والارض ط الہ مع اللہ ط قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین ": بھلا وہ کون ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے اور پھر اسے دوبارہ وجود بخشتا ہے؟ اور وہ کون ہے جو زمین وآسمان (کی قوتوں کو یکجا کرکے) تمھیں رزق دیتا ہے؟ توکیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے (جواس حیرت انگیز طریقے سے اعادہ خلق کرکے تمھارے لئے رزق رسانی کرتا ہو؟) کہہ دو کہ اگر تم سچے ہوتو اپنے دعوے کی دلیل پیش کرو۔ (نمل: ٦٤)

وحدت خدائی اور تردید شرک:-

چنانچہ ایک اور موقع پر اس اصول کی مزید وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ انواع حیات کی تخلیق اور باربار ان کا اعادہ وحدت خدائی کی ایک اچھوتی دلیل اور ربوبیت کا ایک ایسا معجزہ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اور اس کائنات میں کوئی دوسری ہستی اس کی شریک نہیں ہے: " قل ھل من شرکائکم من یبدوا الخلق ثم یعیدہ ط قل اللہ یبدؤا الخلق ثم یعیدہ فانی توفکون " کہہ دو کہ تمھارے شریکوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرکے پھر اس عمل کو دہراتا ہو؟ کہہ دو کہ (صرف) اللہ ہی ہے جو (کسی بھی) مخلوق کا آغاز کرکے پھر اس کا اعادہ کرتا ہے۔ تو تم کہاں بہکے جارہے ہو؟ (یونس: ٣٤)

یہ بیان جس طرح قدیم مشرکین پر صادق آتا تھا اسی طرح وہ موجودہ سائنس دانوں پر بھی صادق آتا ہے۔ چنانچہ دنیائے سائنس نہ تو کسی پیڑ پودے کو پیدا کرسکتی ہے اور نہ اس عمل کا اعادہ کرسکتی ہے۔ پیدا تو وہ کرے جو انواع حیات کی اندرونی مشنری سے واقف ہو۔ حالانکہ دنیائے سائنس زندگی کی ابجد بھی نہیں جانتی۔ لہذا اس پوری کائنات کا ایک ہی خالق اور ایک ہی کارساز ہے اور رہے گا۔ اور اس کی ربوبیت کے نمونے یہ لاکھوں انواع حیات ہیں، جو سائنسی نقطۂ نظر

سے پورے عالم انسانی کے لئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتے ہیں۔

غرض دنیائے نباتات میں ربوبیت کے جلوے چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں اور لاکھوں قسم کے نباتات میں سے ہر ایک پیڑ ربوبیت کا ایک معجزہ ہے جو اپنے حیرت انگیز اصول وضوابط کی پابندی کرتے ہوئے انسان کو درس عبرت دے رہا ہے۔ سائنسی نقطۂ نظر سے کسی بھی درخت کی پتی ایک مکمل کارخانہ ہوتی ہے۔ جس میں موادنشاستہ یعنی کاربوہائیڈریٹ تیار ہوتا ہے اور جو غذا کا ایک بنیادی جزء ہے۔ مگر جس حیرت انگیز طریقے سے وہ تیار ہوتا ہے اس کی داستان سرائی کیلئے ایک الگ مضمون کی ضرورت ہے۔ نیز اس کے علاوہ اس سلسلے کے اور بھی بہت سے حقائق باقی ہیں جو پھر کبھی بیان کئے جائیں گے۔ بہرحال شیخ سعدی نے اپنے ایک شعر میں نباتاتی زندگی کے اسرار کو اس طرح سمیٹ دیا ہے، جو دریابکوزہ کا مصداق ہے۔

برگ درختان سبزدر نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

اسلام کا مطالبہ :-

حاصل بحث یہ کہ اس کائنات میں حیرت انگیز افعال والی ایک خلاق ہستی کا وجود پایاجاتا ہے، جو بڑے ہی انوکھے طریقے سے مخلوق کی رزق رسانی میں لگی ہوئی ہے۔ لہذا اسلام کا تقاضا ہے کہ اس خلاق ہستی کو اپنا معبود و مسجود بناکر اس سے تعلق استوار کیا جائے۔ اور یہ مطالبہ دقیا نوسیت کی نشانی یا دور وحشت کی یادگار نہیں بلکہ موجودہ سائنسی دور کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اسی لئے ایک موقع پر فرمایا گیا ہے کہ اللہ کا رزق کھاکر اس کی شکرگزاری کرو، اس کی ناشکری کرکے اس کی خدائی میں کسی دوسرے کو شریک نہ بناؤ۔ " وانزل من السماء ماء فاخرج بہ من الثمرات رزقا لکم ط فلا تجعلوا للہ اندادا وانتم تعلمون " اور اس نے آسمان (کی بلندی) سے پانی برسایا پھر اس سے تمھاری رزق رسانی کیلئے طرح طرح کے پھل اگادئے۔ توتم جان بوجھ کر کسی کو اللہ کا شریک نہ بناؤ (بقرہ: ۲۲)۔ یہ بیان جس طرح قدیم مشرکین پر صادق آتا تھا جو خدا کی خدائی میں دیگر دیوتاؤں کا بھی حصہ بناتے تھے، بالکل اسی طرح وہ موجودہ منکرین اور مادہ پرستوں پر بھی صادق آتا ہے جو حقائق سے منہ موڑ کر مادیت کی وادیوں میں بھٹک رہے ہیں اور خدا کی صفات کو مادہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے مادہ ہی کو گویا کہ خداقرار دے رہے ہیں۔ اس اعتبار سے خدائے وحدہ لاشریک کا انکار بھی شرک کی ایک قسم ہے۔ ظاہر ہے کہ خدا کا انکار کرتے ہوئے اس کی ساری صفات کو مادہ کی طرف منسوب کرنا گویا کہ مادہ کو خدا قرار دیتا ہے۔ لہذا انسان کو چاہیئے کہ وہ حقیقت پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے اصلی خالق ورازق کو پہچانے اور اس کا شکرگزار بنے۔